تحریک حقوق نسواں: تاریخی و اسلامی تناظر

کوثر یاسمین*

Abstract

Feminism: A Historical and Islamic Context

Feminism is a collection of movements and ideologies that have common goal to define, establish and achieve equal political, economics, personal and social rights for women. Feminists advocate that women should recieve the same treatment as men in education, work, opportunities and politics that the same moral standards should be applied to both sexes. Feminist theory, which emerged from feminist movements aims to understand the nature of gender inequality by examining womens, social roles and lived experience. All movements that work to obtain women's rights, should be considered feminist movement.

Keywords: Feminism; Islam; History.

انسان اپنی شخصیت، کردار اور نظریات کی برتری کے لیے ہر دور میں جدوجہد کرتا رہا ہے۔اس جدوجہد میں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں ہے۔تاریخ انسانی عورتوں کی ایسی مثالوں کو بھی اپنے دامنِ قرطاس میں سمیٹے ہوئے ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے مردوں کے لشکر بھی سلام کرتے اور اس کے روبرو جھکتے رہے ہیں۔انسان مہم جو ہے، جستجو رکھتا ہے اور سعی پیہم سے حالات کے منہ زور گھوڑے کو لگام ڈال کر اسے تابع فرمان بنا لیتا ہے۔جب قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى" تو زیادہ تر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان کی سعی کی ایک حد ہے۔اسی حد کے مطابق اللہ تعالیٰ اسے امتحان میں ڈالتا ہے۔لیکن تاریخ اس کا ایک دوسرا معانی بھی بیان کرتی ہے۔وہ معانی یہ ہیں کہ انسان ہر حد سے آزاد ہونا چاہتا ہے۔اس کی طلب بڑھ جائے تو وہ حد کا لفظ اپنی لغت سے نکال کر بے حد و بے حساب زندگی کی خواہش کرتا ہے۔یہ الگ بات کہ: ~ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

لیکن یہی خواہشیں اسے کشاں کشاں دروبام لیے پھرتی ہیں۔یہ انقلاب کا روپ دھارتی ہیں تو ہزار تخریب بھی ہو، تعمیر کا آہنگ بہت نمایاں ہو جاتا ہے۔یہ انتقام میں ڈھل جائیں تو سب سے پہلے خود "انسان" ہی تباہ ہو جاتا ہے۔لیکن انقلاب اور مکمل تباہی کو جدا کرنے والی باریک لکیر بھی ہے جسے آپ عمل کا پل صراط کہہ سکتے ہیں۔اسے راہنمائی درکار ہے تاکہ راستہ سیدھا رہے اور ایسا موڑ بھی دکھائی دے جائے جو اچانک سامنے آتا ہے اور سفر کرنے والا چونک اٹھتا ہے تب بہت دیر ہو جاتی ہے۔اسے روشنی کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس باریک لکیر کی کاٹ دیکھ سکے اور اس میں اسی کاٹ سے بچاؤ کا راستہ واضح دکھائی دے۔

یہی وجہ ہے کہ انسانی زندگی جابجا جدوجہد کرتی ملتی ہے۔اس میں ایسے لوگ ملتے ہیں جو تنہا تھے اور محفل سجا گئے۔اس میں ایسی تحریکیں بھی ہیں جو برپا تو ہوئیں لیکن پھر ان کے بارے میں کوئی نہ جان سکا کہ وہ کیا ہوئیں؟ تاریخ ان کے نام بھی محفوظ نہ کر سکی۔ایسی تحریکیں بھی ہیں جو نسل انسانی کا نیا رخ متعین کر گئیں۔مرد اور عورت، دونوں ہی ایسی تحاریک

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج (ویمن)، سٹیلائیٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

کے روح رواں رہے ہیں۔ کہیں مردانہ قیادت میں تحریک اٹھی اور پوری انسانیت پر چھا گئی۔ کہیں کسی خاتون نے تحریک پیدا کی اور زندگی کا مفہوم تبدیل کر دیا۔ لیکن ایسی تحریک، جس نے عورت کے اندر یہ احساس پیدا کیا کہ مرد اس کی زندگی کا مالک و آقا بنا، اسے تابع محض بنائے ہوئے ہے، اس کی نسوانیت کو چیلنج کر رہا ہے، اسے دبا رہا ہے، ایک ہی تحریک ہے جسے ہم تحریک نسواں یا Feminism کے نام سے جانتے ہیں۔ تحریک نسواں کیا تھی؟ اس سے قطع نظر یہ ایک ایسی تحریک بنی جس نے عورت کو مرد سے الگ کر دیا۔ اس نے عورت کو شناخت کے نئے مراحل سے گزارا۔ مرد کے پیش کردہ ذخیرۂ علم کے خلاف باقاعدہ بغاوت کر دی۔ خود علم کی نئی تعبیر کی اور زندگی کے نئے مفاہیم متعین کیے۔

اس تحریک کا پس منظر مغرب کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اس طرح اپنی ابتداء میں یہ ایک مغربی مظہر تھا جس نے پوری دنیا میں اپنے نقش قائم کیے اور آج بھی بلا مبالغہ ہر معاشرہ، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، ان نقوش سے کسی نہ کسی طرح سے متاثر ہے۔ گویا انسانی زندگی پر اس کے اثرات موجود ہیں جو اسے ایک مخصوص نوعیت کی عالمگیر اہمیت دیتے ہیں۔

عورت ہونا اور اس حیثیت سے معاشرے میں رہنا بظاہر کوئی انوکھی یا انہونی بات نہیں ہے۔ تاہم تحریک نسواں نے عورت کو امتیاز دلانے کے لئے امتیازی سلوک کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔ اس تحریک نے نہایت اہم مذہبی شخصیات کو بھی نئے آہنگ اور سیاق و سباق میں دیکھا اور پیش کیا۔ عورت ہونے کے حوالے سے نظر اور عمل میں نئے موڑ کئی بار آئے اور عورت اس نتیجے پر پہنچی کہ:

> Very clearly, we aren't called to lead life of incapable, unproductive, feeble-brained demerits which are, at best, pretty ornaments. We are called to be valient, virtuous women.[1]

تحریک نسواں اپنے آغاز میں واضح نام نہیں رکھتی تھی۔ عورتوں کے حقوق کی بات کرنے والوں کی پہچان بھی متعین نہیں تھی۔ امریکہ میں یا مغرب کے کسی بھی ملک میں "عورت" ہونا انسانی درجے سے کم تر ہونا تھا۔ امریکہ میں یہ کیفیت بھی رہی کہ ایک حبشی غلام کو عورت پر ترجیح دی جاتی تھی۔ حبشی عورت کا پرسان حال ہی کوئی نہ تھا وہ تو عورت ہو کر بھی "عورت" نہ تھی۔ استحصال زدہ طبقات کی سب سے مظلوم اور مجبور کیفیت میں رہنے والی مخلوق تھی۔ امریکہ میں ووٹ کے حق کا سوال اٹھا تو پہلا انتخاب یہ تھا کہ یہ حق عورت کو دیا جائے یا کسی نیگرو مرد کو دیا جائے۔ قرعۂ فال عورت کو مسترد کرتا اور نیگرو یعنی حبشی مرد، خواہ وہ غلام ہی ہو، کے لیے نکلتا۔ یہ بھی ہوا کہ "گوری عورت" کا نمبر تیسرا تھا۔ پہلے سفید فام مرد تھا، پھر سیاہ فام حبشی مرد تھا اور تیسرے نمبر پر سفید فام یا گوری عورت تھی۔ اسی تقسیم و ترتیب سے عورت کا معاشرے میں مقام سمجھا جاسکتا ہے۔ امریکی اعلان آزادی کے بعد کی اس صورتحال کا آج کے امریکہ سے کوئی موازنہ ہی نہیں کیا جاسکتا جس کی وزیر خارجہ ایک سیاہ فام خاتون کنڈولیزا رائس تھیں اور پھر ایک سفید فام خاتون ہیلری کلنٹن تھیں۔ تاریخ نے ماضی کی ترتیب کو اب اس طرح سے وہاں دھرایا ہے کہ مسلسل سفید فام مرد صدور کے بعد باراک اوباما کی صورت میں ایک سیاہ فام صدر آیا اور اب ایک سفید فام خاتون (ہلیری کلنٹن) عہدۂ صدارت کے لیے پر تول رہی ہے۔ شاید کسی سیاہ فام عورت کی باری کبھی نہ آسکے۔

جنوبی افریقہ میں بھی یہی کشمکش تھی۔ووٹ کا حق کسے ملے؟ ووٹ سفید فام عورت کے حق میں اور سیاہ فام عورت کے خلاف پڑا تو ۱۹۰۸ء میں کیپ ٹاؤن میں قائم ہونے والی تحریک Women's Enfranchisement لیگ نے بھی اپنی جدوجہد کو سفید فام عورت کے حق ووٹ تک محدود کرلیا اور سیاہ فام عورت کو تنہا چھوڑ دیا۔اولیور شرائینز (Oliver Schreiner) نے لیگ کو خیرباد کہہ دیا۔وہ سب عورتوں کے لیے یکساں ووٹ کے حق کی حامی تھیں۔

اس پس منظر سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ تحریک نسواں انسانی زندگی کو مجموعی طور پر عورت کے تناظر سے دیکھنے اور عورت کو مرد سے الگ اور مساوی انسان کے طور پر پیش کرنے کی جدوجہد تھی۔یہاں یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ اس ساری کشمکش اور جدوجہد کو ابتداء میں اس کے موجودہ نام تحریکِ نسواں یا Feminism سے موسوم نہیں کیا جاتا تھا۔اس نام کی تاریخ اس کشمکش اور جدوجہد کی تاریخ سے کم و بیش سو سال پرانی ہے۔اس اصطلاح Feminism کو سب سے پہلے انیسویں صدی میں استعمال کیا گیا۔فرانس اور ہالینڈ میں ۱۸۷۲ء میں Feminism کو (les feministes) کہا جاتا تھا۔ ۱۸۹۰ء کے عشرے میں برطانیہ میں اس نام کو استعمال کیا جانے لگا۔آکسفورڈ انگریزی لغت میں لکھا ہے کہ ۱۸۹۴ء میں پہلے feminist کی اصطلاح استعمال کی گئی اور اگلے سال یعنی ۱۸۹۵ء میں اسے اس کے نام Feminism سے پکارا گیا۔امریکہ میں یہ نام ۱۹۱۰ء سے مروج ہے۔لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسے شہرت ملنے میں مزید پچاس سال لگے اور ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۰ء کے عشروں میں اس کا بکثرت استعمال ہونے لگا تھا۔تب عورت کی آزادی اور مساواتِ مرد و زن کے نعرے بلند ہورہے تھے۔یہی وقت تھا جب تحریک نسواں کے پہلے مکتب فکر، "لبرل تحریک نسواں" کو مقبولیت مل رہی تھی۔

> The global idea of feminism refers to the belief that men and women deserve equality in all opportunities, treatment, respect, and social rights. In general, feminists are people who try to acknowledge social inequality based on gender and stop it from continuing.[2]

گویا تحریک نسواں کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ "یہ مرد اور عورت کی یکساں حیثیت میں عورت کے حقوق متعین کرتی ہے۔معاشرتی، سیاسی اور معاشی مساوات کی علمبردار ہونے کی حیثیت سے عورت کے لیے ان حقوق کی جدوجہد اور ترقی و تبدیلی کے عمل میں نئے شعبہ ہائے زندگی میں یکساں و مساوی کردار پر زور دیتی ہے۔تحریک نسواں واضح کرتی ہے کہ انسان ان دونوں اصناف (مرد اور عورت) میں حق انتخاب رکھتا ہے۔عورت کو زندگی کے فیصلوں پر مکمل اختیار حاصل ہے"۔

این ٹیلر نے تحریک نسواں کی تعریف متعین کرتے ہوئے لکھا ہے:

> Any person who recognizes "the validity of women's own interpretation of their lived experiences and needs, "protests against the institutional injustice perpetrated by men as a group against women as a group, and advocates the elimination of that injustice by challenging the various structures of authority or power that legitimate male prerogatives in a given society.[3]

تحریک نسواں کا سب سے اہم دعویٰ یہ ہے کہ علم پر مرد نے اپنی اجارہ داری قائم کیے رکھی جس کی وجہ سے عورت کو ہر

تاریخ اور منظر سے الگ کرنا آسان ہوتا گیا۔ یہ مطالبہ پوری قوت سے کیا گیا کہ علم کے لیے غیر جانبدارانہ زبان (Gender-Neutral Languages) کو رائج ہونا چاہیے۔اسی فکر کے تحت تحریک نسواں کو شارلوٹ وٹ (Charlotte Witt) نے بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:

> This reflects the "contested nature of the "us" of contemporary feminism … and is a part of, on-going debates within feminism over its identity and self-image … in the final analysis, the result of debate within feminism philosophy over what feminism is and what its theoretical commitments should be, and what its core values are.[4]

New World Encyclopedia میں تحریک نسواں کو ایسی معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی تحریکات کا پلیٹ فارم قرار دیا گیا ہے جو صنفی عدم مساوات اور خواتین کے لیے مساوی حقوق کی پامالی پر احتجاج کرتا ہے۔اس کے مطابق تحریک نسواں کو یہ نام ماہر عمرانیات چارلس فوریئر نے فرانس میں دیا تھا۔انسائیکلوپیڈیا میں ان شعبہ ہائے زندگی کو بھی موضوع بحث بناتے ہوئے تحریک نسواں سے ان کے تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔

> Feminism takes a number of forms in a variety of disciplines such as feminist geography, feminist history and feminist literary criticism. Feminist political activists have been concerned with issues such as individual autonomy, political rights, social freedom, economic independence, aboration and reproductive rights, divorce, … prostitution.[5]

یہ کہا جاسکتا ہے کہ تحریک نسواں ایسی تحریک ہے جو امتیازی سلوک اور رویوں پر محض ایک ردعمل (Reaction) نہیں ہے بلکہ ان کا ایک منظم و مربوط جواب (Calculated Response) ہے۔مرد جنس کی بنیاد پر امتیازی رویے استعمال کرتا ہے اور عورت اس سے خود کو نجات دلانے کے لیے معاشرتی، معاشی اور سیاسی خودمختاری چاہتی ہے۔وہ معاشرتی اعمال اور رویوں کی نئی تعبیر کرتی ہے اور یوں وہ زندگی کے بارے مختلف طرز فکر (Perspective) پیش کرتی ہے۔اس کی یہ فکر مربوط، مسلسل اور شعوری ہے۔لیکن وہ محض عورت کے امور و معاملات پر رائے یا فکر کا انداز نہیں بلکہ ایک وسیع تر تناظر میں مساوات اور آزادیٔ فکر کا نام ہے۔

تحریک نسواں نے فلسفہ، نفسیات، تاریخ، تحقیق اور فنون زندگی پر متنوع اخلاقی اور سیاسی زاویے تشکیل دیئے ہیں۔ تحقیق کا رنگ، آہنگ اور مقصد تحقیق بھی تبدیل کیا ہے۔سوال کرنے، سوال اٹھانے اور پھر سوال کا نیا تحقیقی و تعبیری جواب تیار کرنے کے بالکل نئے اور منفرد مکاتب ترتیب دیئے ہیں۔یہ تحریک بنیادی طور پر امریکہ اور یورپ میں ایک خالصتاً سیاسی تحریک تھی۔اسی تحریک نے سیاسی نظریات، ریاستی اختیارات اور معاشرتی امکانات میں عورت کی بامعنی اور فیصلہ سازی کی حامل حیثیت متعارف کرائی اور باقاعدہ ایک نئے علمی زاویے (Feminist Paradigm) سے اہل علم و تحقیق کو حیرت زدہ کردیا۔اس علمی زاویے کو تسلیم کرانے کے لیے عورت نے زبردست جدوجہد اسی تحریک کے ذریعے کی۔مرد اور عورت کے تعلقات، رویے، کردار، ذمہ داریوں اور حقوق کے بالکل منفرد اور نئے مفاہیم متعین کیے۔

تحریک نسواں کا اس کے مقاصد کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو بنیادی طور پر دو بڑے مقاصد سامنے آتے ہیں:
اَ- بیانیہ (Narrative) مقصد میں تحریک وضاحت کرتی ہے کہ عورت کیا ہے؟ اسے کس طرح سے سمجھا جائے، جانا جائے اور کس طرح سے اسے سمجھنا اور جاننا بے فائدہ ہوگا بلکہ عورت کو نقصان پہنچائے گا۔اس کے مقاصد بتاتے ہیں کہ عورت کو، مرد کے مقاصد سے فروتر نہیں رکھا جاسکتا۔دونوں برابر ہیں اور اس حیثیت میں مرد کے لیے الگ اور عورت کے لیے الگ ضابطۂ اخلاق قبول نہیں ہے۔عورت کو اخلاقیات کے وسیع تر دائروں میں قید کرنے اور مرد کو انہیں دائروں میں آزاد کرنے سے عورت کی شخصیت، خواہشات، اعمال اور کردار منفی طور پر متاثر ہوتے ہیں اور اس کی حیثیت مرد کی ایک جنسی غلام (Sexual Slave) کی رہ جاتی ہے۔
ب- توضیحی (Descriptive) مقاصد یہ ہیں کہ عورت کو کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ان کو انصاف اور اخلاقیات کے معیارات کے مطابق درجہ، مقام یا حیثیت نہیں دی جاتی۔
ان دونوں مقاصد کے ذریعے تحریک نسواں ان طریقوں، راستوں، رسوم و رواج اور روایات کو تبدیل کرنا چاہتی ہے جو کسی بھی معاشرے میں ان بیان کردہ حالتوں کو مسلط کرتے ہیں۔یہ اس کے سیاسی ایجنڈے کا حصہ ہے۔اس طرح عورت کو زیادہ بااختیار بنانے، ترقی کے ہر عمل میں فیصلہ سازی اور نفاذ کی قوت کی حامل حیثیت کے ساتھ اسے متحرک کرنے پر تحریک زور دیتی ہے۔اس طرح عورت اس قابل ہوسکتی ہے کہ وہ مرد کے بے پناہ اختیارات اور ان سے سرزد ہونے والے استحصال سے خود کو محفوظ رکھ سکے اور وہ کردار ادا کرسکے جو بحیثیت انسان اس کا حق ہے۔
انسانی حقوق کے اکثر علمبردار، مرد ہوں یا عورت، حقوق کی بات کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ I am not a feminist, but...۔وہ تحریک نسواں کے کسی مکتب فکر سے اپنا تعلق ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔لیکن وہ ان نظریات اور تصورات کو ضرور کسی نہ کسی درجے میں درست مانتے ہیں جو تحریک نسواں سے موسوم کیے جاتے ہیں۔مثال کے طور پر کوئی فرد یہ کہہ سکتا ہے کہ اسے اس امر سے اتفاق ہے کہ مرد اور عورت میں عدم مساوات نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن عملی زندگی کے کسی مرحلے پر جب ایسا واقعہ ہو رہا ہو، یا ایسے حالات سامنے ہوں، وہ عمل سے اس کا ثبوت نہیں دیتا۔ تحریک نسواں سے تعلق رکھنے والے ایسی صورتحال میں اپنا طے شدہ ردعمل دینے سے باز نہیں رہ سکتے اور وہ فوراً احتجاج، اصلاح احوال یا تنقید کرنا چاہتے ہیں۔
تحریک نسواں کے بارے میں جب عام آدمی سے دریافت کیا جائے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اس کا ردعمل بہت کچھ بیان کردیتا ہے۔مثال کے طور پر آپ کسی سے دریافت کریں کہ تحریک نسواں کیا ہے؟ تو جواب آئے گا کہ مرد اور عورت کے ٹوٹے رشتے، معاشرتی عدم مساوات، سیاست میں مرضی کا فیصلہ کرنے کی تحریک، اختیار کی جنگ، جذباتی کشمکش، مردانہ معاشرے کے خلاف احتجاج، مذہب سے انکار یا دوری، عورت کی مادر پدر آزادی، صنفی تفاخر، کام کے معاوضوں میں عدم مطابقت، مرد کی مخالفت، شادی کی مخالفت، وغیرہ جب کسی سے کہا جائے کہ تحریک نسواں کے بارے میں اس قدر خیالات پراگندہ اور متفرق کیوں ہیں؟ تو جواب پھر متفرق اور منتشر آئیں گے:

۱- ہم کس طرح سے طے کرسکتے ہیں کہ صنفی کردار کیا ہیں اور کیا ہونا چاہئیں، خواہ یہ خاندان میں ہوں، کسی ادارے، ریاست یا معاشرے میں ہوں؟

۲- ہم کس طرح سے طے کرسکتے ہیں کہ عبادت کی جگہ پر مختلف صنف کے کیا کردار ہوسکتے ہیں، مرد کا کیا کردار ہے، عورت کا کیا کردار ہے، محنت کا کیا کردار ہے وغیرہ؟

۳- ہم مسلمان ہیں تو ہمارا کس سے تعلق ہے؟ کیا ہم سیاسی اعتبار سے ان کی حمایت کرسکتے ہیں جو خود کو تحریک نسواں کے کارکن (Feminist) کہتے ہیں، کیا ہم بھی ایسے ہی کارکن ہیں یا ہوسکتے ہیں؟

۴- کیا تحریک نسواں ایک غیر واضح اور منتشر اصطلاح نہیں ہے؟

۵- مساوی امکانات سے کیا مراد ہے؟

ایک اور سوال بھی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم تحریک نسواں سے کس حد تک اتفاق کرسکتے ہیں؟ جواب یہ ہوں گے:

۱- خواتین کے مساوی حقوق

۲- اسلام اور تحریک نسواں ایک ہی ہیں، اگرچہ کچھ مسائل بہر حال ہیں۔

۳- صنفی سانچوں (Gender Stereotypes) سے آگہی تک

۴- اسلام اور تحریک نسواں دونوں مانتے ہیں کہ عورت کو خصوصی امتیاز سے قدرت نے مالامال کیا ہے۔

کیا تحریک نسواں منفی تحریک ہے، اس کے کس پہلو کی وضاحت درکار ہے؟ جواب میں لوگ اکثر و بیشتر کہتے ہیں:

۱- اس کی وجہ سے گھریلو خواتین کے لیے حالات سازگار نہیں رہتے۔

۲- گھر داری اور ماں ہونے کی حیثیت پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔

۳- شخصی اختیارات پر زور ہے، اجتماعیت کی نفی ہے۔

۴- انفرادیت پر زور بہت زیادہ ہونے سے خاندان اور معاشرہ پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔

۵- مردوں کو نیچا دکھانا مقصود ہے۔

ایک اور سوال تحریک نسواں اور مسلم معاشرے میں اس بارے میں عام تصورات کو بیان کرسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم تحریک نسواں سے تعمیری کام کس حد تک لے سکتے ہیں، مسجد کے اندر اور باہر کیا رویہ ہونا چاہیے؟ جواب ایسے آسکتے ہیں:

۱- ہمیں ردعمل پر نہیں اترنا چاہیے۔

۲- ہمیں مثبت سوچ کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ ہم مختلف معاشرتی حدود عورت اور تحریک نسواں کے تعلق کو مثبت طور پر متعین کرسکیں۔

۳- اختیارات رکھنے والے مردوں کا فرض ہے کہ وہ عورتوں کو اختیارات میں حصہ دار بنالیں۔

۴-جب ضروری ہو، ناانصافی اور عدم مساوات پر احتجاج میں ساتھ دیں۔
۵- تحریک نسواں کے پیش کردہ امور و معاملات پر باہمی تبادلہ خیال کو فروغ دیا جائے تاکہ سوچ کے دروازے زیادہ کھولے جاسکیں۔

تحریک نسواں ایک نظریہ

تحریک نسواں کے کام، مقاصد اور اہمیت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ نظری اور فلسفیانہ طور پر اس کی مختلف تعبیرات اور تصورات نے باقاعدہ نظریاتی حیثیت اختیار کی ہے۔یہ ایک تدریجی اور مسلسل عمل تھا جو اب بھی جاری ہے۔کام کے اعتبار سے یہ تحریک انسانی علوم، معاشرتی علوم، معاشیات، تنقید، تاریخ اور تحلیل نفسی جیسے شعبہ جات میں اپنی شاخیں رکھتی ہے۔ نظریہ کے طور پر اس کا بنیادی مقصد صنفی عدم برابری کو بے نقاب اور چیلنج کرنا ہے۔اس بنیادی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تحریک عورت کی سیاسی و معاشی خودمختاری پر سب سے زیادہ زور دیتی ہے۔ریاستی اختیارات ہوں، معاشی اختیارات ہوں، مرد اور عورت کے تعلقات ہوں، میاں بیوی میں حق زوجیت کا معاملہ ہو، تولیدی صحت کے امور ہوں یا محنت کی تقسیم کے معاملات ہوں، یہ تحریک ان سب امور اور معاملات میں ایک الگ فیصلہ سناتی ہے۔اس فیصلے کی اصل روح متعین ہے۔وہ یہ ہے کہ نابرابری اور اس کی عملی تعبیرات، ظلم و استحصال، مرد کی اجارہ داری اور ناانصافی کسی صورت میں برداشت نہیں کی جاسکتی۔ تحریک نسواں میں مارکسی فکر کے ماننے والوں کا تجزیہ دوسروں سے مختلف ہے۔ مارکسی راہنما کہتے ہیں:

> Feminism addresses itself to another familiar inequality. All human societies are marked by some degree of inequality between the sexes. If we survey human societies at a glance, sweeping through history and a cross continents, we see that they commonly have been characterized by: the subjugation of women to male authority, both within the family and the community in general; the objectification of women as a form of property; a sexual division of labour…[6]

تحریک نسواں ایسے امور کا فیصلہ بھی اسی روح سے کرتی ہے جن کو مذہب، کلچر، مقامی روایت یا معاشرہ مختلف طور پر متعین کرتے ہیں۔اس طرح تحریک نسواں ان سب سے بالعموم اور مذہبی تعبیرات سے بالخصوص تصادم کی کیفیت میں زیادہ نظر آتی ہے۔مذاہب کے پیروکار اس کا اس صورت میں بے رحم نشانہ بنتے ہیں، جب وہ اپنے مذہب کی ایسی تعبیر کرتے ہوں، جس سے اختلاف کیا جاسکے یا اس پر پہلے سے ایک سے زیادہ آراء موجود ہوں۔مثال کے طور پر مسلم معاشرے میں حجاب پر پایا جانے والا اختلاف ایک سخت تنقید کو دعوت دیتا ہے۔پردہ صرف چہرے کا یا چہرے کے سوا پورے سر اور جسم کا، پردہ آنکھوں کا یا پردہ عورت کے جسم کے ہر ایک عضو کا، غرضیکہ حجاب اور پردے کے حوالے سے یہ مختلف آراء تحریک نسواں کے راہنماؤں کے لیے ایک مسلم عورت پر تنقید کا ایک آسان راستہ کھولتی ہیں۔

تحریک نسواں نے مغرب میں جنم لیا۔وہاں عورت کی حیثیت کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اس تحقیق میں اس بارے میں مطالعہ بھی پیش کیا گیا ہے۔مغرب اور امریکی معاشروں میں عورت کو ایسے استحصال کا مسلسل سامنا رہا ہے، جس کے ردعمل میں تحریک نسواں میں مختلف نظریے سامنے آئے۔یہ تحریک مرد پر تنقید کرتی ہے جو عورت کو "جنس" کے طور پر استعمال

کرتا ہے۔یہ تحریک مرد کے اس رویے میں سے اس کے جنسی تسکین کے عمل کو (Sextual Gratification) کے نظریے کے طور پر پیش کرتی اور اس پر بجا طور پر بے رحم تنقید کرتی ہے۔لیکن اس تنقید میں وہ میاں اور بیوی کے ازدواجی تعلقات میں دخل اندازی کرتی ہے۔عورت کو اس حق کی حامل قرار دیتی ہے کہ اسے اس کے جسم پر ملکیت حاصل ہے۔اس ملکیت کی وجہ سے مرد، معاشرہ، مذہب یا ازدواجی حیثیت کو بھی کسی ضابطۂ اخلاق کی آڑ میں عورت پر پابندیاں لگانے کا استحقاق نہیں ہے۔ان نکات پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

یہاں ایک نکتے کی وضاحت ضروری ہے کہ جنس اور اس سے متعلقہ امور کے بارے میں تحریک نسواں کے مکاتب فکر کے نظریات مختلف ہیں۔اس حوالے سے ریڈیکل مکتب فکر اور libertarian مکتب فکر کے تضاد کو یوں واضح کیا جاسکتا ہے:

> Radical feminists assert the value of emotional intimacy in sexual interactions while libertarian feminists emphasize pleasure.[7]

ان دونوں مکتب فکر کے بارے میں جو بات کہی گئی ہے وہ ان دونوں کے رویے، کردار اور نظریے کے سقم کی نشاندہی کرتی ہے۔وہ بات یہ ہے کہ:

> Both of these positions are essentialist. It has been true in western patriarchal cultures that the goal of women sexuality, emotional intimacy, has for respectable women been differentiated from the goal of male sexuality, physical pleasure.[8]

اس کیفیت اور صورت حال کو تمام معاشروں یا تہذیبوں کا نمائندہ نہیں کہا جا سکتا۔چنانچہ اس حوالے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ:

> … not all societies, and not even all classes and races within these western cultures, have organized system. [9]

تحریک نسواں جب حقوق اور مفادات کی اس تعریف کو متعین کرتی ہے تو نہ صرف ان حدبندیوں کو توڑتی ہے جو مذہب اور معاشرہ لگاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ عورت کے حقوق کی وکالت میں اور مفادات کے فروغ اور تحفظ میں سرگرم رہتی ہے اور کئی اعتبار سے اس نے عورت کو ناجائز استحصال اور ظلم سے نجات دلانے کا کام بھی کیا ہے۔

ادبی تنقید کے شعبہ میں تحریک نسواں کے کام کے بارے میں ایلین شوواٹر (Elaine Showater) نے تین مراحل کا ذکر کیا ہے۔ان میں سے پہلا مرحلہ وہ ہے جس میں ایک قاری Feminist Critique کے ذریعہ ادبی کاموں میں کارفرما تحریک کے نظریات کو جانتا ہے۔دوسرے مرحلے کو Gyno criticism قرار دے کر شوواٹر لکھتی ہیں کہ عورت متن کو معانی دیتی ہے۔تیسرے مرحلے کو اس نے صنفی نظریہ (Gender Theory) قرار دیا ہے جس میں جنس یا صنف کے ادبی اثرات اور نظریاتی اثرات سامنے لائے جاتے ہیں۔فرانس میں تحریک کے راہنماؤں نے نسوانی ادب کا تصور دیا تھا۔

ایلین نے Feminist Critique کے بارے میں لکھا تھا کہ:

> The feminist Critique as a sort of feminist Criticism envisions the women as the readers of those male produced. The feminists thus try to trace out the images and stereotype of the women exposed in the male texts. This

is also called traditional feminist criticism where women are the consumers of the production in literary writing.[10]

تحریک نسواں کی نظریاتی حیثیت پر بات کرنے والوں نے دو تصورات پر بہت کام کیا اور عورت کے استحصال کا سبب انہی دو تصورات کو قرار دیا۔ ان میں پہلا تصور Patriarchy یا مردانہ غلبہ ہے۔ دوسرا تصور سرمایہ داری ہے۔ ان دونوں پر بات کرنے سے قبل ایک اور تصور The Sado-Ritual syndrome کا تذکرہ مفید رہے گا۔ جب اس Syndrome کا حوالہ دیا جاتا ہے تو عورت کو ستی کرنے، اس کو جادوگرنی (witch) قرار دے کر جلا دینے اور اس نوعیت کے دوسرے مظالم کو بیان کیا جاتا ہے۔ یہ تمام طریقے عورت پر ظلم کے روایتی اور تہذیبی طریقے ہیں۔

The traditional view accepts patriarchy on biologically determined and as the biological function of men and women are different, the social roles and tasks assigned for women are also different.[11]

مردانہ غلبہ یا Patriarchy کا تصور اور سرمایہ داری سے اس کا تعلق ایک اہم نظری بحث ہے۔ اس بحث کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ عورت آج یا کبھی بھی معاشی، سیاسی اور معاشرتی اعتبار سے دنیا کے کسی بھی ملک میں مرد سے برتر نہیں رہی۔ اس بنیاد پر تحریک نسواں معاشروں میں عورت کی ماتحت حیثیت کو چیلنج کرتی ہے اور اسے عورت کی شخصیت کی تخریب کا سب سے بڑا سبب قرار دیتی ہے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ مردانہ معاشرے یا مردانہ غلبہ کے ان نظریات کو مارکسزم نے ترقی دی۔ ان کا بنیادی ہدف سرمایہ داری نظام تھا۔ وہ عورت کی غلامی اور کم درجے کو طبقاتی کشمکش کے ایک مقصد کے طور پر بیان کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ مردانہ غلبہ یا مردانہ معاشرہ جب سرمایہ داری کا عکس بنتا ہے تو عورت کے استحصال کا دروازہ زیادہ کھل جاتا ہے۔ اس مارکسی فکر کو زیادہ پذیرائی نہ مل سکی کیونکہ اس میں ایسی طبقاتی کشمکش کا ذکر تھا جس سے نظام سرمایہ داری پر تنقید ہوتی تھی۔ عورت ایک طبقہ کے طور پر سامنے آتی اور انسان مرد اور عورت کی صورت میں ایک نئی طبقاتی تقسیم میں مبتلا ہوجاتا تھا۔ تاہم عورت کی غلامی اور مظلومیت کے باب میں اسے قبولیت ملی اور مردانہ معاشرے کے بارے میں ان تصورات کا حوالہ آج بھی دیا جاتا ہے۔

مردانہ غلبے (Patriarchy) یا اسے جو بھی نام دیا جائے، نے مرد اور عورت کے درمیان ایک ناگزیر فرق پر زور دیا۔ وہ فرق یہ تھا کہ عورت بچے کی پیدائش کا بوجھ اٹھاتی ہے۔ فریڈرک اینجلز نے ۱۸۸۴ء میں اس بارے میں نظری بنیادیں مارکسی فکر کو فراہم کیں۔ انہوں نے The Origin of Family, Private Property and The State میں لکھا کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو محنت کی تقسیم (Division of Labour) کا راستہ کھل جاتا ہے۔ یہ محنت کی تقسیم کی جنسی تعبیر ہے جس سے اینجلز نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ وسائل کی نامنصفانہ تقسیم کا راستہ اسی سے کھلتا ہے۔ معاشرہ مرد اور عورت کے درمیان امتیاز کرنے لگتا ہے۔ معاشرے میں فاضل پیداوار کی دونوں میں تقسیم نامنصفانہ ہوتی ہے اور عورت مرد کے مقابلے میں وسائل اور اختیار میں خسارے سے دوچار ہوجاتی ہے۔ مرد اپنے وسائل کو اپنے بیٹوں کو منتقل کرتا ہے اور بیٹیاں محروم رکھی جاتی ہیں۔ مرد

ایک کام اور کرتا ہے۔وہ یہ ہے کہ وہ بیٹیوں کی شادی کردیتا ہے۔شادی کا ادارہ وجود میں آتا ہے تو استحصال کا ایک اور دروازہ عورت پر کھل جاتا ہے۔اب مرد خاوند بن جاتا ہے اور عورت کے تولیدی حقوق (Reproductive Rights) سلب کرلیتا ہے۔اینجلز کے اس نظریے پر کوئی سوال نہیں اٹھائے گئے اور اسے مارکسی فکر نے جوں کا توں تسلیم کرلیا۔بیوی کی اجازت کے بغیر شوہر یا خاوند کا حق زوجیت پانا عصمت دری (Marital Rape) قرار پایا۔عورت کو بچوں میں وقفہ رکھنے کے حق سے محروم کرنا، عورت کو ایسے فیصلہ سے محروم کرنا کہ وہ بچہ یا بچے چاہتی ہے یا نہیں چاہتی اور یہ کہ وہ کب چاہتی ہے اور کب نہیں چاہتی، عورت کے تولیدی حقوق کی پامالی اور مرد کی طرف سے عورت پر ظلم (oppression) قرار پائے۔ مارکسی فکر کے یہ نظریات آگے چل کر عمومی طور پر بھی تحریک نسواں میں رائج رہے اور اب بھی ہیں۔ان میں عورت ایک طبقہ (Class) ہے اور طبقاتی استحصال (Class Exploitation) کا شکار ہے۔

اینجلز نے خاندان (Family)) کو استحصال کا مرکز حقیقی قرار دے کر عورت سے کہا کہ وہ اس سے نجات پائے۔اس نے لکھا:

> We know practically nothing definite about the family and other social groupings of the anthropoid apes; the evidence is flatly contradictory. Which is not to be wondered at.[12]

یہاں یہ تذکرہ بے جا نہیں ہوگا کہ تحریک نسواں نے مرد کی نفسیات ایک الگ آہنگ میں پیش کرتے ہوئے قرار دیا تھا کہ مرد عورت کی بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت کو خوف کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیونکہ اس سے عورت کو قوت ملتی ہے۔اینجلز نے کہا تھا کہ یہ عورت کے استحصال کا ایک ذریعہ ہے۔اس سے عورت وسائل کی تقسیم میں خسارہ پانے والا فریق یا طبقہ بنتی ہے۔بعد میں آنے والے راہنماؤں نے اس سے متضاد بات کہی اور وہ یہ تھی کہ مرد عورت کی اس صلاحیت کو اس کی قوت سمجھتا ہے اور اس سے خوف کھاتا ہے۔یہ بات کہنے والوں میں میری اوبرائن (۱۹۸۱) عزنیرہ الحبری (۱۹۸۱) اور میر یلین فرنچ (۱۹۸۵) بھی شامل تھیں۔انہوں نے رحم مادر کو Womb of Nature سے تشبیہہ دی اور کہا کہ عورت کو اس چکر میں بری طرح مبتلا کر دیا جاتا ہے کہ اس کے پاس کوئی راستہ اس کے سوا نہیں رہتا کہ وہ سب سے کٹ کے رہ جائے۔ اس کی ذہنی صلاحیت پر قدغن لگ جائے،وہ سوچ کے دائروں سے خوفزدہ رہنے لگے اور اس کے اندر کمزوری ایک احساس بن کے رچ بس جائے۔اس دوران مرد پیداوار، ذرائع پیداوار اور عمل پیداوار پر کنٹرول حاصل کر لیتا ہے۔بچہ بھی ایک پیداوار ہے اور خاوند اس پر بھی کنٹرول حاصل کر لیتا ہے۔اس طرح وہ بچہ جسے ماں نے بڑی مشقت سے پیدا کیا، وہ اتنی ہی آسانی سے اسکی ملکیت سے نکل جاتا ہے۔ عورت بچہ بھی پیدا کرتی ہے اس کے پیدا ہونے کے عمل میں مشقت بھی کرتی ہے اور جب وہ پیدا ہو جاتا ہے تو اسے پرورش کرنے کے لئے اور بڑا کرنے کے لئے بھی مشقت کرتی ہے۔مرد کیا کرتا ہے؟ وہ صرف اور صرف کنٹرول کرتا ہے۔ گویا عورت زچگی میں بھی مشقت کرتی ہے اور زچگی کے بعد بھی اسے مشقت کرنا پڑتی ہے۔اس کا معاوضہ اسے یوں ملتا ہے کہ اس کی پیداوار خواہ اولاد ہو یا دولت، مرد کے قبضے میں آجاتی ہے۔اس سے بڑھ کر ایک اور بات یہ کہی جاتی ہے کہ عورت زندگی دیتی ہے جبکہ مرد موت دیتا ہے۔مرد عورت کا جنسی استحصال کرتا ہے۔وہ بیوی ہے تو اس کے تولیدی حقوق سلب کر لیتا ہے، وہ کوئی اور ہے تو اسے محروم عصمت (Raped) بنا دیتا ہے۔یہ محض محرومی عصمت ہی نہیں بلکہ

زندگی سے بھی محرومی ہے۔ مرد جسمانی قوت رکھتا ہے اور یہ قوت اسے عصمت چھین لینے پر آمادہ رکھتی ہے۔ عورت جسمانی طور پر مرد کے مقابلے کی سکت نہیں رکھتی اس لئے وہ اس کے رحم و کرم پر رہتی ہے۔

انہی تصورات سے ایک اور تصور بھی جنم لیتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عورت فطرت کے بہت قریب ہے کیونکہ وہ زندگی دیتی ہے، بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ بچہ لڑکا ہو تو وہ ماں کی دنیا سے نکل کر مرد کی دنیا میں چلا جاتا ہے۔ وہ لڑکی ہو تو باپ سے خوفزدہ رہتی ہے اور ماں کے قریب ہو جاتی ہے۔ فرائیڈ نے اس بارے میں اپنے نظریات پیش کئے ہیں۔

یہاں یہ تذکرہ خالی از علت نہیں ہو گا کہ ان تصورات پر اتفاق رائے دور کی بات، اختلافات پر اتفاق رائے بہر حال موجود ہے۔ یہاں ان نظریات اور تصورات کی وضاحت مطلوب نہیں، ایک تعارف ہی درکار ہے۔ عورت کے لئے یہ امر ایک مستقل مخمصہ کی صورت میں سامنے آتا ہے کہ وہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟ اس کا یہ مخمصہ اس وقت شدت اختیار کرتا ہے جب اس کی قدر کا تعین اس اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ اس کے ذمہ مشقت (Labour) کیا ہے اور اس مشقت کی مالی قدر (Monetary Value) کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تحریکِ نسواں عورت کی روحانی قدر (Spinitual Value) کی بات نہیں کرتی بلکہ وہ اس کی اس قدر کی بات کرتی ہے جو اس مشقت سے سامنے آتی ہے جو وہ ایک ماں یا زندگی دینے والی کے طور پر کرتی ہے اور دوسری وہ مشقت جسے وہ زندگی برقرار رکھنے کے لئے کرتی ہے۔ اس کے برعکس مرد ایسی مشقت (Labour) کرتا ہے جس کی مالی قدر زیادہ ہے، جو ذرائع پیداوار (Means of Production) پر اسے کنٹرول دیتی ہے۔ عورت مشقت کے جس چکر (Circle) میں زندہ رہتی ہے، اس میں محرومی کا دھڑکا اور حقیقی محرومی کا سامنا رہتا ہے۔ اس کے برعکس مرد آزاد رہتا ہے، وہ جنسی تسکین (Sexual Gratification) پاتا ہے، وہ کسی کا پابند نہیں، وہ اپنے معمولات روزشب حسب معمول جاری رکھتا ہے۔ جب عورت مشقت کے لئے نکلتی ہے تو اس کی شمولیت کو معاشی سرگرمیوں میں مداخلت بے جا قرار دے کر اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

تحریکِ نسواں نے خود کو کبھی غیر سیاسی قرار نہیں دیا۔ اس کی سیاست کے محور میں کئی رنگ ہیں۔ اس کے تصورات لبرل ازم، قدامت پرستی، مارکس ازم اور دوسرے نظریات سے تشکیل پاتے ہیں۔ ہر رنگ میں اور ہر آہنگ میں مقاصد الگ، سرگرمیاں جدا اور راستے مختلف ہیں حتیٰ کہ ماحولیات بھی اس کا ایک آہنگ ہے جسے Eco feminism کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔ ان میں ریڈیکل تحریک بھی ہے جو عورت کے جسم پر مرد اور معاشرے کے کنٹرول کو عورت کے استحصال کی بدترین شکل قرار دیتی ہے۔ یہ تحریک چاہتی ہے کہ معاشرے کو اس کی حقیقی جڑوں سمیت اکھاڑ پھینکا جائے اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں لایا جائے جس میں عورت پر کسی بھی نوعیت کا، خواہ وہ اخلاقی ہو یا روحانی ہو، کسی کو ادنیٰ تصرف بھی حاصل نہ رہے۔ اسی کا تسلسل ایک اور مکتب فکر ہے جو (Libertarian feminism) کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔ اس کا مطالبہ ہے ہر فرد خود کا مالک و ذمہ دار ہے، اس کا مالک (Owner) اور کوئی نہیں۔ موجود دور میں ایک انتہائی شکل (Separatist Feminism) ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ جنسی رویے متضاد صنف کی ہی ملکیت نہیں ہیں۔ مرد، مرد سے اور عورت، عورت سے ان رویوں کا اظہار کر سکتے ہیں۔ پہلے کلچر کو جو مردوں کے درمیان ہو، اسے Gay culture کہا گیا ہے

اور عورتوں کے درمیان کلچر کو lesbianism کہا گیا ہے۔اقوام متحدہ نے اسے شرف قبولیت بخشا ہے اور ہم جنس پرستی (Homosexuality) کو قانونی اور جائز قرار دیا ہے۔

تحریک نسواں کے مارکسی مکتب (Marxist Feminism) کی طرح سوشلسٹ مکتب فکر بھی ہے جسے Socialist Feminism کہا جاتا ہے۔ان دونوں میں بہت لطیف فرق یہ ہے کہ سوشلسٹ کہتے ہیں کہ عورت کی آزادی اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنے استحصال کے معاشی اور ثقافتی ذرائع پر خود قابو نہیں پا لیتی۔

بیسویں صدی کے اختتام کے قریب تحریک نسواں نے جدیدیت کے زیر اثر ایک اور شکل میں خود کا ظاہر کیا۔اس نے صنف (Gender) کو لازمی وصف کے طور پر اختیار کیا اور قرار دیا کہ صنفی کردار معاشرتی طور پر تشکیل پاتے ہیں۔ان کو جنس کے متعین کردہ کرداروں یعنی مرد (Men) اور عورت (Woman) تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔بلکہ یہ Male اور Female ہیں۔کسی بھی تہذیب یا تاریخ کے کسی بھی دور کو سمجھنا ہو تو لازمی ہے کہ صنفی کرداروں کو دیکھا، پرکھا اور سمجھا جائے۔جنسی کرداروں سے دیکھا، سمجھا نہ جائے۔یہ سکول یا مکتب فکر (Constructionalist) کا عنوان پایا۔جب جدیدیت میں مزید فکری اور فلسفیانہ تبدیلیاں رونما ہوئیں اور (Deconstructionalism) کا دور آیا تو تحریک نسواں میں بھی اس کا ایک مکتب فکر در آیا۔اس میں بھی صنف کی معاشرتی ساخت پر زور دیا گیا۔پوسٹ ماڈرن ازم نے مزید تبدیلی پیدا کی اور سچائی یا حقیقت کو نئے انداز (Discursive) میں پیش کیا۔یہاں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ تحریک نسواں کے اندر مختلف لہریں اور تحریکیں (Waves) بھی بہت اہم اور معنی خیز ہیں۔ان سے افکار و نظریات کی نئی دنیا سامنے آتی ہے بلکہ ان افکار و خیالات کی طبعی عمر کا بھی تعین ہوتا ہے۔بنیادی طور پر تین تحریکات بیسویں صدی کے نصف آخر میں سامنے آئیں جن سے ہر لہر (Wave) کے حوالے سے افکار و نظریات کی دنیا آباد ہوئی۔

حواشی و حوالہ جات

[1] Family, marriage, womanhood, a simple life at home; Me, A Feminist. Retrieved from: http://ccostello.blogspot.com/search?q=%22very+clearly on 12-02-2012

[2] Wind Goodfriend (2013). Feminist types and Definitions: Lieral, socialist; culture and Radical. Retrieved from www.education-portal.com/academy/lesson/feminist-types-anddefinitions] on 12-02-2012

[3] Ann Taylor Allen, Feminism, Social Science, and the Meanings of Modernity: The Debate on the Origin of the Family in Europe: and the United States, 1860-1914, The American Historical Review. Retrieved December 13, 2007.

[4] Charlotte Witt, Feminist History of Philosophy, Stanford Encyclopaedia of Philosophy. Retrieved from http://plato.stanford.edu/entries/feminism-femhist/ ; on 10-02-2012

[5] Ibid

[6] Barbara Ehrenreich (2005). What is socialist Feminism? Retrieved from http://monthlyreview.org/2005/07/01/what-is-socialist-feminism; July-August 2005,Volume 57, Number 3 on 17-02-2012

[7] Ann Ferguson, Ilene Philipson,Irene Diamond(1984); Sex war: The Debate Between Radical and libertarian Feminism; Journal of Women in Culture and Society, 10(1)

[8] Ibid

[9] Ibid

[10] Elaine Showater (n.a) Towards a Feminist poetic; www.bachelorandmaster.com) (18-02-2012)

[11] Suranjita Ray (n.d.). Understanding Patriarchy University of Delhi. Retrieved from: https://www.academia.edu/4995045/Understanding_Patriarchy on 18-02-2012

[12] Friedrich Angels (1884): Origin of the Family, Private Property, and the State; Marx/Angels selected works, Volume three. Retrieved from www.marxists.org/archive/marx/works/download/pdf) on 18-02-2012